یوم آخرت پر اپنے ایمان کو پختہ کرو اور اسے مستحکم بناؤ

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵؍ستمبر ۱۹۷۰ء بمقام سعید ہاؤس ایبٹ آباد)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:-

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ (القصص: ۷۸)

وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۰﴾ (بنی اسرائیل: ۲۰)

اس کے بعد حضور انور فرمایا:-

میں اس مضمون پر خطبہ دے رہا ہوں کہ اپنے ایمانوں کو پختہ کرو اور مستحکم بناؤ۔ میں اس سے قبل چند باتیں بتا چکا ہوں میں نے یہ بھی بتایا تھا کہ ان بشارتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الٰہی سلسلوں کو دی جاتی ہیں میں نے اس بات پر بھی روشنی ڈالی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جماعتِ احمدیہ کو غلبۂ اسلام کی عظیم بشارتیں ملی ہیں اور میں نے اس طرف بھی جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ جب کسی الٰہی سلسلہ کو عظیم بشارتیں ملیں تو اس سلسلہ یا جماعت پر عظیم ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں۔

اصولی طور پر جماعت الٰہیہ کو آخری اور کامل غلبہ کی بشارت دی جاتی ہے اس دنیا میں بھی کوئی الٰہی سلسلہ دنیوی مخالفتوں اور دنیوی منصوبوں کے نتیجہ میں کبھی ناکام نہیں ہوا ہمیشہ ہی کامیاب رہا ہے اور دشمن ہمیشہ اپنے منصوبوں میں ناکام رہے ہیں لیکن کیونکہ بشارتوں کے

ساتھ ذمہ داریاں بھی عائد کی جاتی ہیں اور قربانیوں کا بھی مطالبہ کیا جاتا ہے اور ان قربانیوں میں جان کی قربانی، اموال کی قربانی، اوقات کی قربانی، جذبات کی قربانی، غرض ہر قسم کی قربانیاں شامل ہوتی ہیں اور بہت سے ایسے مخلص جاں نثار افراد الٰہی سلسلوں میں ہوتے ہیں جن کو اپنی جان کی قربانی دینی پڑتی ہے انہیں اس دنیا میں ان انعامات سے حصہ نہیں مل سکتا جن کا وعدہ کیا گیا ہے۔ پھر بہت سے ایسے جاں نثار مخلصین ہوتے ہیں جو اموال کی انتہائی قربانی دے دیتے ہیں لیکن اس دنیا میں دس گنا یا سو گنا یا ہزار گنا دولت ابھی بطور انعام نہیں ملی ہوتی کہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں اور پیچھے رہ جانے والے قربانیوں کا پھل اور ثمرہ اسی دنیا میں بھی پا لیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جو عرب پر آخری فتح تھی وہ زمانہ نبوت کے بالکل آخری زمانہ میں تھی اس عرصہ میں صحابہؓ نے جانیں بھی دیں، اس عرصہ میں صحابہؓ نے اپنے اموال بھی قربان کئے، اس عرصہ میں انہوں نے گویا کہ اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں دے دیا لیکن ان میں سے بہت سے ایسے تھے جو اس عرصہ میں فوت ہو گئے غرض کسی کو کچھ علم نہیں کہ اس کی زندگی کتنی ہے؟ موت ہر وقت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے اسے اگلے سانس کا بھی علم نہیں ہوتا اگر انسان یہ سمجھے کہ یہی زندگی ہے اور بس۔ مریں گے اور ابدی فنا کی گود میں چلے جائیں گے تو دلیری کے ساتھ اور بشاشت کے ساتھ ہر قسم کی قربانیاں دے دینا ممکن نہیں ہوگا کیونکہ انسان سوچتا ہے کہ اگر بس یہی زندگی ہے تو کیوں ہم اس دنیا میں تکالیف برداشت کریں اور اگر بس یہی زندگی ہے تو اس زندگی کو چھوڑ کر موت کے دَر کو کیوں کھٹکھٹائیں اگر یہی زندگی ہے تو کیوں نہ جو دولت ہمیں ملی ہے اس سے ہم عیش کریں اور مزے اڑائیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بڑی تاکید سے فرمایا ہے کہ آخرت پر ایمان لانا بھی ضروری ہے اس کے بغیر ایمان ایمان نہیں ہوتا یعنی اس دنیوی زندگی کے بعد انسان کو ایک اور زندگی ملے گی اور اس زندگی کا تعلق انسانوں کے ایک حصے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے قہر کا سلوک اور انسانوں کے ایک دوسرے حصے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت اور پیار کا سلوک ہوتا ہے اگر آخرت پر ایمان نہ ہو یا اگر دار آخرت پر ایمان پختہ اور مستحکم نہ ہو تو شیطان وسوسہ ڈالے گا اور کہے گا کہ کیوں تم اپنی جان اور اوقات

اموال اور آرام ایک ایسی بشارت کے لئے قربان کر رہے ہو کہ تمہیں پتہ ہی نہیں کہ جب اس کا نتیجہ نکلے گا تو تم اس دنیا میں موجود بھی ہو گے یا نہیں؟ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ سب سے خطرناک وسوسہ جو شیطان ایک انسان کے دل میں پیدا کر سکتا ہے وہ آخرت کے متعلق وسوسہ ہے۔ قرآن کریم نے بڑی تفصیل سے اس طرف ہمیں توجہ دلائی ہے اور آخرت کے حالات بیان کرتے ہوئے ہمیں بتایا ہے کہ اس دنیا میں جا کر جب ایسے لوگوں کا واہمہ یا انکار کی کیفیت حقیقت کو دیکھے گی تو ان کو یہ بات سمجھ آ جائے گی کہ ہماری جتنی کمزوریاں تھیں اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کے لئے غلبہ اسلام کے لئے قربانیاں دینے کی (اسی سے آج ہمارا تعلق ہے وہ کمزوریاں صرف اس وجہ سے تھیں یا اس وجہ سے بھی تھیں اور بھی بہت سارے اسباب ہو سکتے ہیں) لیکن ایک سبب یہ تھا کہ ہم آخرت پر ایمان نہیں لاتے تھے اور اس دنیوی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ ہم نے کہا ہم آج قربانی دیں ۲۰ سال کے بعد نتیجہ نکلے یا ۵۰ سال کے بعد نتیجہ نکلے اس نتیجہ سے تو ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے مثلاً مال کی قربانی اور نفس کی اور زندگی کی قربانی۔ ایک تو مال کی قربانی ہے اور اس کے علاوہ زندگی کی بھی قربانی ہوتی ہے بہت سے لوگ اپنی زندگی کی قربانی دے رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ایک مخلص احمدی پانچ روپے ماہوار پر لنگر میں کام کیا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لنگر میں خدمت کرتے تھے اور انہیں پانچ روپے ماہوار گزارہ ملتا تھا۔ ان کے بہت سے بیٹے تھے۔ میرا خیال ہے شاید کوئی استثناء ہو ان کے بیٹے جب بڑے ہوئے تو ان میں سے ہر ایک قریباً ۴۔۵ ہزار روپے سے زیادہ ماہانہ کما رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کسی کا قرض نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ نے ان کا قرض اس طرح ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی بدلہ دے دیتا ہے بشارت ہی یہی ہے کہ دنیا میں بھی دل جیتو گے تو بھی غالب آؤ گے تلوار سے نہیں بلکہ دل جیتو گے تو غالب آؤ گے اور اسی دنیا میں بھی بڑی نعمتیں ملیں گی لیکن جہاں تک اس دنیا کی نعمتوں کا تعلق ہے بعض لوگ قربانیاں دیتے دیتے فوت ہو گئے مگر ان کی اولاد نے اللہ تعالیٰ سے اس دنیا میں بھی اجر پایا لیکن شیطان آ کر یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ تم نے قربانی دی اگر یہ زندگی یہیں ختم ہو جاتی ہے اگر کوئی اخروی زندگی نہیں ہے پھر تو تمہیں قربانی دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا سرچشمہ ایمان بالآخرۃ ہے اور شیطان کا بڑا حملہ یا بڑا وسوسہ انسان کے خلاف یہ ہے کہ وہ اس کے دل میں آخرت کے متعلق یہ شبہ ڈال دیتا ہے کہ جب اس دنیا میں قربانی دینے کا بعد میں کوئی نتیجہ نکلتا ہے تو پھر قربانی دینا بے سود ہے اور یہ وسوسہ اس وقت کامیاب ہوتا ہے جب آخرت کے متعلق یقین پختہ نہ ہو یا پختہ نہ رہے تو پھر انسان شبہ میں پڑ جاتا ہے اور قربانی نہیں دے سکتا کیونکہ اس طرح وہ اپنی عقل سے کام لے رہا ہوتا ہے کہ جب اس دنیا میں سب کچھ ختم ہو جانا ہے تو پھر قربانی دینے کا کیا فائدہ ہے؟ دنیا کے انعامات کے وعدہ کے متعلق یہ وعدہ نہیں ہے کہ زید اور بکر کی زندگی میں وہ پورے ہوں گے۔ یہ وعدہ تو ہے کہ الٰہی سلسلہ یقیناً کامیاب ہوگا لیکن یہ وعدہ نہیں ہے کہ زید یا بکر کی زندگی میں کامیاب ہو جائے گا اور زید یا بکر سوچنے لگ جائیں کہ ہماری زندگی میں اس دنیا کی جو خوشخبریاں ہیں پتہ نہیں وہ پوری ہوتی ہیں یا نہیں اس واسطے ہم کیوں قربانی دیں؟ شیطان آکر اس طرح دلوں میں وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

غرض تمام نیکیوں اور راستبازیوں کا سرچشمہ ایمان بالآخرۃ ہے یعنی بہت سے وسائل جو قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں ان میں ایک یہ وسیلہ بھی ہے جب اس بات پر ایمان پختہ ہو کہ اس دنیوی زندگی کے ساتھ ہماری حیات ختم نہیں ہوگی بلکہ یہ تو ایک تسلسل ہے شکلیں بدلتی ہیں تفصیل میں جائے بغیر میں اشارہ کر دیتا ہوں کہ اس کے بعد دو قسم کی زندگیوں کے متعلق ہمیں بتایا گیا ہے اور ان کی بھلائیوں کے حصوں کے لئے ہمیں کہا گیا ہے ایک مرنے کے معاً بعد کی زندگی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے کہ روح کو اس جسم کے علاوہ ایک اور جسم دیا جائے گا اس کی جو تفاصیل ہیں انسانی ذہن ان کا احاطہ نہیں کر سکتا لیکن آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی رو سے انسان کے اعمال اپنے اچھے یا برے جسم کی شکل اختیار کریں گے چنانچہ آپ تجربۃً فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ اولیاء کے مقبروں پر جائیں اور دعا کریں تو کشفی طور پر ان کے اس پر برزخ کے زمانے کے جسموں میں دکھایا جاتا ہے ایک وہ جسم ہوتے ہیں جو دھوئیں سے بنے ہوئے ہوتے ہیں یعنی جن کے

اعمال بدتھے اور ایک وہ جسم جو نور سے بنے ہوئے ہوتے ہیں یعنی جن کے اعمال اچھے تھے۔ انسان کا جیسا بھی عمل ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ویسا جسم دے دیتا ہے یعنی انسان کا اچھا یا برا عمل ایک جسم میں تبدیل کر دیا جاتا ہے مثلاً جس طرح ہمارا یہ مادی جسم ہے یہ بھی انرجی اور طاقت کی ایک شکل ہے کیونکہ اب مادے کے متعلق سائنس کی جو نئی تعریف ہے وہ یہی ہے کہ Matter is nothing but another form of energy. سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ جو اٹامک انرجی وغیرہ ہے جسے ہم طاقت کہہ سکتے ہیں جس میں مادے کا کوئی حصہ نہیں ہوتا وہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادے کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

پس ہمارے عمل بھی انرجی ہیں ہم کوشش کرتے ہیں جدوجہد کرتے ہیں چاہے ہم برے عمل کر رہے ہوں یا اچھے اعمال بجا لا رہے ہوں جس طرح دوسری قسم کی انرجی اور طاقت کو اللہ تعالیٰ کا حکم مادے میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اسی طرح اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ جو ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے نور کی شکل کے جسم میں یا دھوئیں کی شکل کے جسم میں بن جاتے ہیں البتہ یہ وہ جسم ہیں جو حشر اجساد سے پہلے انسان کو دیئے جاتے ہیں اگرچہ اس جسم کو جنت کی لذّات یا دوزخ کی گرماہٹ ملنے لگ جاتی ہے لیکن پوری طرح جنت یا دوزخ والی کیفیت حاصل نہیں ہوتی ویسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا ارفع واعلیٰ وجود جو ہے آپ کو تو جنت کی لذّات قریباً پوری ملنے لگ جاتی ہیں یعنی ہم کہہ سکتے ہیں اپنی زبان کے محاورے ہیں ۱۹/۲۰ کا فرق ہوتا ہوگا مگر دوسروں میں زیادہ ہوتا ہے۔ بہرحال یہ جسم اس جسم سے مختلف ہے جو حشر کے دن انسان کو ملے گا۔ ایک تو ہم نے یہ جسم چھوڑنا ہے پھر اس جسم کو بھی چھوڑنا ہے جو برزخ کے زمانہ میں ملے گا اور پھر ان دو جسموں کے بعد ہمیں وہ جسم ملے گا جو جنت کا جسم ہے۔ ہمیں اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہئے۔ مرنے کے ساتھ ہی دوسرا جسم مل جاتا ہے اور جزا سزا ملنے لگ جاتی ہے اگر ہم دار آخرت پر اور زندگی کے اس تسلسل پر پختہ یقین رکھتے ہوں تو (یہ ایک حقیقت ہے کہ) پھر قربانیاں قربانیاں نہیں رہتیں کیونکہ بہرحال ہمیں انعام ملنا ہے ہماری قربانیاں مقبول ہو جائیں تو مرنے کیساتھ ہی اس کا انعام مل جانا ہے وہ لوگ بھی محروم نہیں جنہوں نے اس دنیا میں بظاہر شہادت پائی یا جنہوں نے قربانیاں دیں اور نتیجہ نکلنے سے پہلے ان

کی طبعی طور پر وفات ہوگئی کیونکہ جو پندرہ سال تک قربانیاں دینے کے بعد زندہ رہا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا کی نعمتوں سے نوازا گیا ہے اس سے پہلے اس شخص نے اپنا بدلہ پالیا جو شہید ہوگیا یا خلوص نیت سے قربانیاں دیتے ہوئے طبعی موت مرگیا کیونکہ اس کے انعامات اس کی موت کے ساتھ ہی شروع ہوگئے اور وہ جو دوسرا ہے اسے پندرہ سال تک اور انتظار کرنا پڑا پس یہ بات نہیں کہ جو زندہ رہا وہ فائدہ میں رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو فوت ہوگیا وہ فائدہ میں رہا اگر اس کی سعی مشکور ہے اگر اللہ تعالیٰ نے اسے قبول کرلیا ہے تو وہ فائدہ میں ہے۔

پس ایمان بالآخرۃ نہایت ضروری حکم ہے اور اس کے بغیر الٰہی سلسلے یا جماعتیں یا ان کے افراد بشاشت کے ساتھ قربانیاں نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک جگہ فرمایا:-

وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ (القصص:۷۸) یہ میں نے آیت کا ایک ٹکڑا لیا ہے اس سے آگے ویسے یہ بھی ہے۔ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ الخ۔ لیکن میں نے پہلا ٹکڑا لیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے (فِيْمَا اٰتٰىكَ) اس کے ذریعہ آخرت کی نعماء کے حصول کی کوشش کرو (وَابْتَغِ)

اس دنیا کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے ہماری یہ زندگی ہمارا جسم اور اس کی طاقتیں، ہمارا ذہن اور اس کی طاقتیں ہماری روح اور اس کی طاقتیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہے گھر سے تو کچھ نہیں لائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مادی اسباب جو تمہیں دیئے گئے ہیں اور قوتیں اور استعدادیں جو تمہیں عطا ہوئی ہیں ان کے ذریعہ سے تم دار آخرت کی نعماء کے حصول کی کوشش کرو۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ماننا ضروری ہے آخرت پر ایمان لانا ضروری ہے اس کے بغیر الٰہی سلسلے نہ قربانیاں دے سکتے ہیں اور نہ وہ نتائج پیدا ہوسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے پیدا کرنا چاہتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کی زندگی پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو انہیں ایمان بالآخرت میں بھی یکتا پاتے ہیں میں نے کئی بار بتایا ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے لئے سونے والے کمرے سے بیٹھنے والے کمرے تک جانا شاید دل میں کچھ کوفت کا احساس پیدا کرے مگر ان لوگوں کے لئے اس

دنیا سے نکل کر اس دنیا میں چلے جانا کوئی کوفت نہیں پیدا کرتا تھا وہ ہنستے کھیلتے اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دیتے حتیٰ کہ اپنی جان کی بازی تک لگا دیتے تھے ان کے نزدیک زندگی اور موت کے درمیان جو ایک باریک سی لکیر ہے وہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ عجیب شان تھی ان لوگوں کی (رضوان اللہ علیہم) اور عجیب شان ہے مخلصین جماعت احمدیہ کی بھی:-

لیکن اگلی نسل یعنی ینگ جنریشن جو ہے مثلاً یہ جو نوجوان میرے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں ہمیں ان کی فکر رہتی ہے کیونکہ انہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی براہ راست تربیت نہیں ملی۔ پھر بعض دفعہ جماعتیں سستی کرتی ہیں لوگ اپنی اولاد کی تربیت کی طرف کما حقہ متوجہ نہیں ہوتے اور جب ایسے بچے بڑے ہو جاتے ہیں تو جسمانی طور پر گھریلو حالات کے لحاظ سے ان کو بھی تنگ کرتے ہیں اور روحانی طور پر بھی ان کے لئے تکلیف کا باعث بنتے ہیں جب ہم صحابہ کرامؓ کی زندگی کے حالات پڑھتے ہیں تو میں نے بتایا ہے کہ ایک عجیب کیفیت پیدا ہوتی ہے ایک سرور کی بھی اور عقل بھی حیران ہوتی ہے۔ کیا تھے وہ لوگ؟ حضرت سعدؓ بن وقاص ایران میں لڑ رہے تھے انہوں نے ایک جگہ حملہ آور ہونا تھا راستے میں ایک دریا تھا جس کے اوپر ایک پُل بنا ہوا تھا پُل پر سے انہوں نے اپنی فوج کے ساتھ گزرنا تھا چنانچہ انہوں نے اپنا ایک ہراول دستہ بھیجا کہ اس پُل کو جا کر سنبھال لو تاکہ دشمن اسے اڑا نہ دے لیکن اس دستہ کے سردار ایک نوجوان تھے۔ انہیں حکم تو یہ تھا کہ راستے میں لڑنا نہیں مگر انہوں نے غلطی کی ایرانیوں کا ایک دستہ نظر آیا اور اس سے یہ الجھ گئے اور اس پل تک نہ پہنچ سکے اتنے میں دشمن کو پتہ لگ گیا اس نے پل کو اڑا دیا۔ اب یہ بزرگ صحابیؓ اپنے گھوڑے پر سوار اپنی فوج کے آگے آگے جا رہے تھے کوئی بیس ۲۰ ہزار کے قریب فوج تھی جس وقت یہ اس جگہ پہنچے جہاں پل تھا تو سامنے ایرانی اپنے آپ کو بڑے محفوظ سمجھتے ہوئے قلعہ بند ہونے کی بجائے دریا کے کنارے تماشہ دیکھنے کے لئے جمع تھے کہ وہ دیکھیں کہ اب مسلمان کیا کریں گے ہم نے پُل اڑا دیا ہے لیکن حضرت سعدؓ بن وقاص نے ایک لمحہ کی ہچکچاہٹ کے بغیر اسی طرف چلتے چلتے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا اور ان کے پیچھے کئی ہزار کی جو گھوڑا سوار فوج تھی انہوں نے بھی گھوڑے دریا میں ڈال دیئے اللہ تعالیٰ نے فضل کیا بغیر کسی جانی نقصان کے گھوڑے دوسرے کنارے جا لگے اور آپ نے

دشمن کو قلعہ بند ہونے کا موقعہ نہیں دیا اور اس پر فتح پالی حالانکہ ان کے مقابلے میں اس شہر میں ایرانیوں کی بہت بڑی فوج تھی حضرت سعدؓ بن وقاص کی یہ کتنی بڑی قربانی تھی آپ نے اپنے گھوڑے کو ٹھاٹھیں مارتے ہوئے دریا میں ڈال دیا گویا اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈالنا تھا اور پھر ایسے حال میں کہ پرلی طرف ایرانی گھوڑے ہیں ہزار قسم کے خطرے ہیں لیکن انہوں نے اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا کہ گویا انہیں احساس بھی نہیں تھا کہ کوئی خطرہ بھی ہے اپنی طرف سے وہ زندگی سے موت کی دنیا میں جانے کے لئے تیار ہو گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اللہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا اور کامیابی بھی عطا فرمائی انہیں اس بات کا کامل یقین اور پختہ احساس تھا کہ جتنی یقینی یہ زندگی ہے اس سے کم یقینی اگلی زندگی نہیں ہے اور اگر ہم نے اس کے بعد دوسری زندگی کو پانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے تو پھر جو بشارتیں اس نے دی ہیں اور ان بشارتوں کے مقابلے میں ہم سے جن قربانیوں کا مطالبہ کیا ہے ہمیں وہ قربانیاں دینی چاہئیں تا کہ وہ بشارتیں ہمیں مل جائیں اس دنیا کی بشارتیں بھی اور اُس دنیا کی بشارتیں بھی۔

غرض اللہ تعالیٰ نے وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ۔(القصص:۷۸) تمہیں جو کچھ بھی دیا گیا ہے مادی سامان یا جسمانی اور روحانی قوتیں اور طاقتیں ان سب کے ذریعہ دارآخرت کی نعماء کے حصول کی کوشش کرو۔ دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا الخ (بنی اسرائیل:۲۰) جو اس حکم کے نتیجہ میں اور آخرت کی نعماء کی خواہش رکھے وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا اور محض خواہش ہی نہ ہو بلکہ دارآخرت کی نعماء کے حصول کے لئے جس قسم کی کوشش اور مجاہدہ کی ضرورت ہے اور جس کا حکم دیا گیا ہے وہ کوشش اور مجاہدہ بجالائے ایسے حال میں کہ وہ مومن ہو یعنی آخرت پر بھی اس کا ایمان پختہ ہو۔ یہاں هُوَ مُؤْمِنٌ کے ایک معنے ہم یہ بھی کریں گے کہ آخرت پر اس کا ایمان پختہ ہو دل میں شیطانی وسوسہ نہ ہو کہ پتہ نہیں مرنے کے بعد دوسری زندگی ملے گی یا نہیں ملے گی الٰہی سلسلوں میں کئی ایسے کمزور لوگ بھی ہوتے ہیں جو قربانیاں بھی دے رہے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی کمزوریٔ ایمان کی وجہ سے انہیں ضائع بھی کر رہے ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں پتہ نہیں آخرت کی زندگی ہے بھی یا نہیں؟ پتہ نہیں وہاں ہمیں کس قسم کے انعاموں کا وعدہ دیا گیا

ہے چونکہ ان کا ایمان پختہ نہیں ہوتا اس لئے نقصان اٹھاتے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اس حکم کے مطابق انسان کی خواہش آخرت کی نعماء کے حصول کی ہو اور پھر صرف خواہش ہی نہ ہو بلکہ وَسَعٰی لَهَا سَعْيَهَا آخرت کے نعماء کے حصول کے لئے جس قسم کی سعی اور کوشش اور مجاہدہ کی ضرورت ہے وہ اس قسم کی سعی اور کوشش اور مجاہدہ کر رہا ہو اور پھر فرمایا وَهُوَ مُؤْمِنٌ آخرت پر اس کا ایمان بھی پختہ ہو تو پھر اس کی کوشش پر اللہ تعالیٰ اس کا شکر گزار ہوگا یعنی اللہ تعالیٰ کے جو وعدے ہیں اس کے مطابق انعام ملے گا۔

میں نے ابھی بتایا تھا کہ جب تک انسان کا دارآخرت اور اُخروی زندگی پر ایمان پختہ نہ ہو وہ قربانی نہیں دے سکتا جس کا اس سے مطالبہ کیا گیا ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ پر ہمیں ایمان ہے تو دارآخرت پر بھی ہمیں ایمان لانا چاہئے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کی ایک تو یہ زندگی ہے اور اس کے بعد ایک درمیانی زندگی ہے اور پھر آخرت میں جنت کی زندگی ہے جس میں انسان کو ایسی نعمتیں عطا ہوں گی جو اس کے تصور میں بھی نہیں آ سکتیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سمجھانے کے لئے اس دنیا کے بعض الفاظ بیان فرمائے ہیں لیکن ساتھ ہی حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ بھی کہلوا دیا ہے کہ جنت میں جو نعماء تمہیں ملیں گی وہ اس قدر اعلیٰ درجہ کی ہوں گی کہ نہ اس سے پہلے تمہاری آنکھوں نے دیکھی ہوں گی نہ ان کے متعلق تمہارے کانوں نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے ذہن میں ان کا تصور ہوگا۔ یہ پردے کی دنیا ہے یہاں اللہ تعالیٰ کے فضل پردوں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ وہاں پردے نہیں ہوں گے اللہ تعالیٰ کے فضل بالکل ظاہر ہوکر سامنے آ رہے ہوں گے اور شیطانی وسوسہ نہیں ہوگا۔

پس اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ میری عطا کے ذریعہ سے تم دارِآخرت کی نعماء حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اگر تم کوشش کرو گے اور اس کے مطابق ایمان رکھو گے اگر تم خواہش کرو گے اور پھر کوشش کرو گے اور آخرت پر پختہ ایمان رکھو گے تو تمہاری سعی اور تمہارا مجاہدہ قبول ہوگا اور اللہ تعالیٰ بھی بندوں کی طرح شکر گزار ہوگا ویسے اللہ تعالیٰ کی ذات تو ارفع

اور اعلیٰ ہے وہ ہمیں سمجھانے کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ اے لوگو! اگر تم دارِ آخرت پر ایمان رکھتے ہوئے اُخروی نعماء کے حصول کے لئے کوشش اور مجاہدہ کرو گے تو تمہاری سعی عنداللہ مشکور ہوگی اور مشکور ہیں دراصل یہ اشارہ بھی ہے جو تمہیں وعدے دیئے گئے ہیں اس سے بھی زیادہ دیدیں گے۔

ہماری جماعت کو اس وقت غلبۂ اسلام کے لئے قائم کیا گیا ہے اور ہمیں بڑی عظیم بشارتیں دی گئی ہیں۔ اس دنیا کی بشارتیں بھی ہیں اور اُخروی زندگی کی بشارتیں بھی ہیں میں سمجھتا ہوں کہ اُخروی زندگی کی سب سے بڑی بشارت تو یہ دی گئی ہے

''صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا''

(درثمین صفحہ ۵۶)

جو لوگ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں آئے تھے ان کے انعامات بہرحال دوسروں سے زیادہ ہیں۔ یہ جو ایک جان اور دو قالب والا قصہ ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہدی معہود علیہ السلام کا یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح آپ کی تربیت پانے والے گروہ نے انتہائی تربیت حاصل کر کے انتہائی قربانیاں دیں اور اللہ تعالیٰ کے انتہائی فضلوں کو حاصل کیا یہی دروازہ تمہارے لئے بھی کھلا ہے اس میں بڑی عظیم بشارت ہے اس دنیا کے لئے بھی اور اصل تو اس دنیا کے لئے بشارت ہے وہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنی جنتوں کے ان حسین حصوں میں (یعنی وہاں کی جنتوں میں بھی عمل عمل کے لحاظ سے فرق ہے) اعلیٰ اور ارفع اور حسین تر باغات میں رکھے جن میں صحابہؓ رکھے جاتے ہیں تو اس سے بڑھ کر اُخروی انعام اور کیا ہوسکتا ہے۔ پس غلبۂ اسلام کا منصوبہ اللہ تعالیٰ نے تیار کیا ہے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جماعت احمدیہ کو قائم کیا ہے اور ہمیں اس دنیا کے لئے بھی اور اس دنیا کیلئے بھی بشارتیں دے کر ذمہ واریوں کی طرف متوجہ کیا ہے اور ہم سے قربانیوں کا مطالبہ کیا گیا ہے اور ہمیں اپنے فضل سے یہ گُر بتا دیا ہے کہ جس قسم کی قربانیوں کا میں مطالبہ کر رہا ہوں تم وہ قربانیاں دے نہیں سکتے جب تک کہ دارِ آخرت پر تمہارا ایمان پختہ نہ ہو۔

پس نوجوان نسل کو بھی اور بڑوں کو بھی میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے اس (دارِ آخرت پر)

ایمان کو بھی پختہ کرو میرا اس سلسلۂ خطبات کا عنوان یہی ہے کہ اپنے ایمانوں کو پختہ کرو اور مستحکم بناؤ دارِ آخرت پر ایمان کو بھی پختہ کرو اور جب دارِ آخرت پر ایمان پختہ ہو جائے تو یہ دنیا جو عارضی دنیا ہے اور اسکی جو لذتیں ہیں اور اس کی جو عزتیں ہیں وہ عارضی اور بے وفائی کا جامہ پہنے ہوئے ہیں سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے پھر جو اس دنیا کی چھوٹی سی زندگی ہے اس کے آخر تک انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کرتا رہتا ہے لیکن یہ دنیا وفا نہیں کرتی۔ عام طور پر ۳۰ سال، ۵۰ سال، ۷۰ سال، ۸۰ سال، ۹۰ سال یا شاید کوئی ۱۰۰ سال تک بھی پہنچتا ہو پھر دنیا اس کو چھوڑ دیتی ہے اور انسان کے مادی جسم کو پھر اپنے پیٹ میں واپس بلا لیتی ہے پس دنیا تو وفا نہیں کرتی لیکن جس وقت یہ دنیا انسان کے جسم کو پھر مٹی بناتی ہے اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ایک اور جسم دے دیتا ہے اور پھر جب ضرورت پڑتی ہے زیادہ سے زیادہ اور ظاہر سے ظاہر نعمتوں کے حصول کی تو اللہ تعالیٰ ایک تیسرا جسم دے دیتا ہے۔ غرض یہ دنیا ہے کیا؟ ۷۰ سالہ آدمی سے آپ پوچھیں تو وہ بھی یہی کہے گا کہ پتہ نہیں لگا دو چار دن میں عمر ختم ہو گئی ہر ایک نوجوان اپنی سادگی میں یہ سمجھتا ہے کہ اس کے سامنے ۵۰۔۶۰ سال طبعی عمر کے پڑے ہیں ویسے تو انسان ہر عمر میں فوت ہو سکتا ہے لیکن ایک طبعی عمر بھی ہے لیکن جو اپنی طبعی عمر گزار چکا ہے جب وہ اپنے پیچھے دیکھتا ہے تو اسے نظر آتا ہے گویا وہ ابھی پرسوں ہی اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اس کی زندگی پر ایک زمانہ گزر چکا ہوتا ہے مگر اسے پتہ ہی نہیں لگتا اس دنیوی زندگی کے مقابلے میں جو دارِ آخرت کی زندگی ہے وہ تو ابدی زندگی ہے جس نے کبھی ختم ہی نہیں ہونا اور جو اُخروی انعامات ہیں ان میں کوئی Monotony (منوٹونی) نہیں ہے یعنی وہاں ایک ہی چیز نہیں ہوگی جس سے طبیعت اکتا جائے۔ حدیثوں میں اس کے متعلق بڑی تفصیل سے ذکر موجود ہے ایک نعمت کے بعد دوسری نعمت دور سے سامنے آجائے گی اور پھر جنتی کہیں گے اے خدا! یہ نعمت ہمیں عطا کر۔ چنانچہ انہیں درجہ بدرجہ پہلے سے زیادہ لذیذ اور مسرت پہنچانے والی نعمتیں ملتی چلی جائے گی کیونکہ ان کا تعلق نور سے ہے۔ (اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ) یعنی اس کے فضلوں اور اس کے پیار اور اس کی رضا کے جلووں کے ساتھ ہے قرآن کریم نے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی یہی تفسیر کی ہے جس کا میں

نے ابھی ذکر کیا ہے ایک دوسری طرف اشارہ کر کے کہ ''اَتۡمِمۡ لَنَانُوۡرَنَا'' یعنی جس وقت ایک روحانی لذت routine (روٹین) کا ایک حصہ بننے لگے گی تو سامنے ایک اور نور آ جائے گا، اللہ تعالیٰ کے نور کا ایک زیادہ حسین جلوہ نظر آنے لگے گا تو انسان کہے گا اے ہمارے خدا! اَتۡمِمۡ لَنَانُوۡرَنَا ہمیں اس سے بھی بڑھ کر نور اور اپنا پیار عطا کر، اپنی رضا کے جلووں سے ہمیں سرور بخش۔اسی طرح دوزخیوں کا حال ہے کہ جب وہ عادی ہونے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ان کی جلدیں بدل دوں گا۔ جلد حِسّ کا ذریعہ ہے یہ محاورہ ہے جو بھی جلد وہاں ہوگی یعنی جو بھی حِسّ کا ذریعہ ہوگا جب عادت پڑنے لگے گی تو جلد بدل دی جائے گی مثلاً یہ جو تنور پر روٹیاں لگانے والے ہوتے ہیں ان کے چہروں کے چمڑے کو عادت پڑ جاتی ہے دوسرا اگر وہ روٹیاں لگانے کے لئے تنور میں جھکے تو اس کا منہ جل جائے لیکن نانبائی ایک وقت میں روٹیاں لگانے کے لئے ہزار دفعہ تنور کی آگ میں جھکتا ہے۔

یہی حال باورچی کا ہے۔ مجھے یاد ہے بچپن کے زمانے میں مَیں یہ دیکھ کر حیران ہوتا تھا کہ وہ آرام سے سرخ کوئلے ہاتھ سے اٹھا کر دوسری طرف رکھ دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی جلد سخت ہو چکی ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دوزخیوں کی جلد سخت نہیں ہونے دی جائے گی جب ان کو اس سزا کے جھیلنے کی عادت پڑنے لگے گی تو ان کی جلد نرم کر دی جائے گی تا کہ ان کا علاج ہو سکے لیکن جنتیوں کے متعلق ایسا نہیں ہوگا مثلاً نیند ہے۔ آدمی ہر روز سوتا ہے اور نیند تو دراصل انسان کو بڑی سکون پہنچانے والی الٰہی نعمت ہے نیند کا ہونا ایک بڑی عجیب نعمت ہے لیکن ہمیں احساس بھی نہیں ہوتا نہ نیند کا نہ اس کی لذت کا ہم روز سوتے ہیں اِلَّا ماشاء اللہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نیند سے بہت پیار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے وہ سمجھتے ہیں اگر آٹھ دس گھنٹے روزانہ سوئیں تو تب انہیں اس دنیا کی زیادہ لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے البتہ ایسے لوگ ہزار میں سے ایک دو ہوتے ہیں۔ بڑی بھاری اکثریت ایسی ہے جنہیں ہر روز سونے کے نتیجہ میں نیند کی لذت کا احساس نہیں رہتا یا مثلاً انسان سانس لیتا ہے اور یہ اس کے لئے لذت کا باعث ہے کیونکہ یہ زندگی کا باعث ہے لیکن آدمی کو سانس کی لذت کا اسی وقت پتہ لگتا ہے جب اسے نمونیہ ہو جائے یا موت کے وقت سانس اکھڑ جائے۔

پھر اس کو پتہ لگتا ہے کہ سانس کتنی بڑی نعمت ہے۔ میرے خیال میں اس وقت جو احباب میرے سامنے بیٹھے ہیں کسی کو بھی آج صبح سے یہ خیال نہیں آیا ہوگا کہ وہ سانس لیتے ہیں اور اس طرح انہیں بڑی لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے۔

پس جنت میں لذت کی یہ کیفیت نہیں ہوگی کیونکہ اَتۡمِمۡ لَنَا نُوۡرَنَا کی رُو سے جب بھی لذت کی عادت پڑے گی اور لذت حقیقی لذّت نہیں رہے گی تو اس سے بھی بڑی لذت مل جائے گی۔

پس ہمیں کتنی بڑی بشارتیں دی گئی ہیں اور ان کے مقابلے میں کتنی تھوڑی قربانیاں ہیں جن کا ہم سے مطالبہ کیا گیا ہے لیکن ہم بعض دفعہ اپنی جہالت کے نتیجہ میں سمجھتے ہیں کہ یہ چند روزہ زندگی کی لذات اُخروی زندگی کی لذّات سے زیادہ قیمتی ہیں اور زیادہ ضروری ہیں ہم ان سے فائدہ اٹھالیں اگلی دنیا پتہ نہیں آتی ہے یا نہیں۔ یہ کمزوریٔ ایمان کی علامت ہے۔ غرض جہاں تک یومِ آخرت پر ایمان لانے کا تعلق ہے آپ اپنے ایمان کے اس حصہ کو بھی پوری طرح مستحکم اور مضبوط بنالیں اس کے بغیر آپ قربانیاں نہیں دے سکیں گے اس کے بغیر آپ اُن نعمتوں اور فضلوں اور بشارتوں کے وارث نہیں بن سکیں گے جن کا وعدہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہمیں دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کے سمجھنے اور اس کی رضا کے لئے اس کی راہ میں ایسی قربانیاں دینے کی توفیق عطا کرے جنہیں وہ قبول کر لے اور ہماری سعی سعیٔ مشکور بن جائے۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱ نومبر ۱۹۷۰ء صفحہ ۲ تا ۷)

❁❁❁